اکائی 10 پنڈت برج نراین چکبست کی نظم نگاری اور منتخب نظموں کی تشریحات

ساخت

10.1 اغراض ومقاصد
10.2 تمہید
10.3 چکبست کی شاعری
10.3.1 چکبست کا تعارف
10.3.2 چکبست کی شعری خصوصیات
10.3.3 چکبست کی نظموں کی تشریحات
I. راماین کا ایک سین
II. مرثیۂ بال گنگادھر تلک
10.4 آپ نے کیا سیکھا
10.5 اپنا امتحان خود لیجیے
10.6 سوالات کے جوابات
10.7 فرہنگ
10.8 کتب برائے مطالعہ

10.1 اغراض ومقاصد

اس اکائی میں آپ

- چکبست کے حالات زندگی اور ادبی کارناموں سے واقف ہوں گے
- چکبست کے فکر وفن کو سمجھ سکیں گے
- چکبست کی شعری انفرادیت اور مرتبہ سے شناسائی حاصل کریں گے
- چکبست کی نظم نگاری کی خصوصیات سے روشناس ہوں گے
- چکبست کی دو نظموں کی تشریح سمجھیں گے

10.2 تمہید

برج نراین چکبست لکھنوی کا شمار اردو کے ممتاز شعرا میں ہوتا ہے۔عہد برطانیہ میں وہ لکھنؤ کے زمیندار گھرانے میں پیدا ہوئے۔ان کے اجداد نے کشمیر سے ہجرت کر کے مستقل طور پر لکھنؤ میں سکونت اختیار کر لی تھی چکبست نے غزل کی دہلیز سے اردو شاعری میں قدم رکھا لیکن وہ بنیادی طور پر

نظم کے شاعر ہیں۔ حب الوطنی اور اصلاح معاشرہ ان کی شاعری کا خاص موضوع رہا۔ چکبست کے یہاں لفظ قوم کا بڑا مثبت تصور ملتا ہے۔ کشمیری اور لکھنوی تہذیب کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ جدید طریقۂ تعلیم اور تعلیم نسواں پر انہوں نے بطور خاص توجہ دی اور اپنے افکار ونظریات کو شاعری کے ذریعہ پیش کیا۔ وہ ہمیشہ کشمیری قوم کی اصلاح کے لیے کوشاں رہے۔ انہوں نے کشمیری خواتین کے لیے ایک کلب بھی قایم کیا تھا۔ چکبست نے شاعری کی مختلف اضاف میں طبع آزمائی کی، شخصی نظمیں بھی لکھیں۔ ان کے کل اشعار کی تعداد 2025 بتائی جاتی ہے جبکہ غزل کے اشعار کی تعداد 477 ہے اور غزلوں کی تعداد 58 ہے۔ چکبست کی بیشتر نظمیں مسدس کی شکل میں ہیں۔

چکبست شام کا وقت ادبی سماجی اور سیاسی کاموں میں گذارتے تھے۔ ادبی حلقوں کے علاوہ وکلا کے حلقے میں بھی بہت مقبول تھے۔ شہنشاہ حسین وکالت میں ان کے استاد تھے۔ وہ محبّ وطن اور سیکولر ذہن کے مالک تھے۔ مدن موہن مالویہ اور سرسید کی تعلیمی فکر کی وہ تعظیم کرتے تھے۔

شرر سے چکبست کے ادبی معرکے بھی رہے۔ اس اکائی میں چکبست کی حیات وادبی خدمات کے ساتھ ان کی شاعری کا مختصر تعارف اور دو نظموں (راماین کا ایک سین اور بال گنگا دھر تلک) کی تشریح کی گئی ہے۔

10.3 چکبست کی شاعری

10.3.1 چکبست کا تعارف

برج نراین چکبست کی پیدائش 19 رجنوری 1882 میں فیض آباد کے ایک خوشحال گھرانے میں ہوئی۔ ان کے اجداد اٹھارہویں صدی کے اواخر میں کشمیر سے ہجرت کر کے لکھنؤ میں آباد ہو گئے تھے۔ چکبست کے والد پنڈت اودت نرائن پٹنہ میں ڈپٹی کلکٹر کے عہد پر فائز تھے۔ انہیں شاعری سے شغف تھا اور شعر بھی کہتے تھے۔ والد کے انتقال کے وقت چکبست کی عمر پانچ برس سے زیادہ نہ تھی۔ چکبست کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی ان کی والدہ لچھی شوری نے چکبست کی تعلیم وتربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

1895 میں چکبست نے کاظمین مڈل اسکول سے مڈل کا امتحان پاس کیا۔ 1897 میں گورنمنٹ جوبلی کالج میں داخلہ لیا اور 1900 میں میٹرک کی سند حاصل کی۔ 1902 میں کیننگ کالج سے ایف. اے. مکمل کیا 1905 میں بی اے اور 1907 میں الہ آباد یونیورسٹی سے ایل ایل بی کی ڈگری

حاصل کی اور مستقل طور پر وکالت کا پیشہ اختیار کر لیا۔

چکبست کی پہلی شادی 1905 میں جوالا کے ساتھ ہوئی لیکن وہ ایک سال بعد فوت ہوگئیں۔ دوسری شادی 1907 میں چھیما شوری آغا سے ہوئی ان سے کئی اولادیں ہوئیں لیکن صرف ایک لڑکی مہراج کماری زندہ رہیں۔

ابتدا ہی سے ان کی طبیعت شعر گوئی کی طرف مائل تھی بارہ برس کی عمر میں شعر کہنے لگے تھے اور 1894 میں پہلی نظم 'حب قومی' کے نام سے لکھی جسے کشمیری پنڈتوں کی کانفرنس کے ایک اجلاس میں سنائی۔ چکبست منشی سید افضل علی خاں لکھنوی کے شاگرد تھے۔

چکبست لکھنوی تہذیب کے پروردہ اور ادبی قدروں کے امین تھے۔ حقہ پیتے اور پان کھاتے تھے۔ شیروانی، گول ٹوپی اور چوڑی دار پاجامہ پہنتے تھے۔ بڑے نفیس اور وضع دار انسان واقع ہوئے تھے۔ انہوں نے ہمیشہ کشمیری براہمنی تہذیب اور خاندانی وجاہت کو قایم رکھا۔ 1903 میں انہوں نے کشمیری ینگ مین ایسوسی ایشن اور بہار لائبریری قایم کی۔ مضامینِ چکبست ان کے مضامین کا مجموعہ ہے۔

1901 میں انہوں نے ہندوستان کے معروف جج مہادیو گووندرانا ڈے کی وفات پر مسدس کی شکل میں مرثیہ کہا جو چکبست کا پہلا مرثیہ تسلیم کیا جاتا ہے۔ 1906 میں اپنی مشہور نظم ''راماین کا ایک سین'' کہی۔ چکبست نے مختلف اوقات میں مشاعروں کے لیے غزلیں بھی کہیں۔ چکبست کو سیاست سے بھی دلچسپی تھی۔ مذہب کے سلسلے میں ان کا سخت رویہ نہیں تھا۔ وہ اینی بیسنٹ کی، ہوم رول لیگ کے سرگرم رکن بھی رہے۔ 1917 میں انہوں نے 'امام باڑہ آصف الدولہ' پر نظم کہی۔ اور چند نظمیں بچوں کے لیے بھی کہیں۔ چکبست ان کا تخلص نہیں بلکہ خاندانی نام تھا لیکن یہ نام شاعری میں تخلص کے طور پر ہی استعمال کیا۔ 12رفروری 1926 کو چوالیس برس کی عمر میں ان کا انتقال ہوگیا اور لکھنؤ میں آخری رسومات ادا کی گئیں۔

اثر لکھنوی نے ان کے بارے میں کہا تھا کہ 'چکبست کا کلام ان کے کردار کا آئینہ ہے'۔

10.3.2 چکبست کی شعری خصوصیات

پنڈت برج نراین چکبست لکھنوی کا شمار اردو کے ممتاز نظم گو شعرا میں ہوتا ہے۔ ابتدائی عمر ہی سے طبیعت موزوں تھی اور شعر کہنا شروع کر دیا تھا۔ چکبست کے والد اودت نراین چکبست شاعر تھے اور

یقین تخلص کرتے تھے۔ گھر کے ادبی ماحول اور لکھنو کی تہذیبی فضا نے ان کے ذوق شعری کو اور بھی جلا بخشی، لکھنو کے معروف شاعر سید افضل علی خاں لکھنوی سے اصلاح لی اور شرف تلمذ کیا۔ میر انیس کی بکری کی موت پر چکبست نے شعر گوئی کا آغاز کیا اور یہ شعر کہا۔

افسوس کہ دنیا سے سفر کر گئی بکری
آنکھیں تو کھلی رہ گئیں اور مر گئی بکری

لیکن چکبست نے اپنی پہلی باقاعدہ نظم بارہ برس کی عمر میں 'حب قومی' کے عنوان سے کہی جو سوشل کانفرنس کشمیری پنڈتوں کے چوتھے اجلاس میں پڑھی تھی۔

حب قومی کا زباں پر ان دنوں افسانہ ہے
بادۂ الفت سے پُر دل کا مرے پیمانہ ہے

چکبست اقبال کے ہم عصر تھے ابتدا میں انہوں نے حالی اور محمد حسین آزاد کی طرز پر نظمیں کہیں۔ اور غزل کی قید سے آزاد ہو کر نظم گوئی کو اپنا میدان بنایا۔

نظم نگاری

چکبست بہت ذہین اور حساس واقع ہوئے تھے۔ وہ شاعری کے ذریعہ ملک و ملت اور خصوصاً کشمیریوں کو پیغام دینا چاہتے تھے۔

چکبست نے اپنی شاعری کا باقاعدہ آغاز 1894 میں نظم گوئی سے کیا وہ میر انیس سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے اپنی بیشتر نظمیں مسدس کی شکل میں کہیں۔ چکبست نے صنف غزل میں بھی طبع آزمائی کی اور شخصی مرثیے بھی کہے ان کے سیاسی رہنماؤں پر لکھے ہوئے سات مرثیے بہت مشہور ہوئے لیکن 1916 کے آس پاس محبّ وطن شاعر کی حیثیت سے ان کی شناخت قایم ہوئی۔

1926 میں 'صبح وطن' کے نام سے ان کا شعری مجموعہ شایع ہوا۔ جس میں نظمیں، غزلیں اور شخصی مرثیے بھی شامل ہیں اور کل اشعار کی تعداد 2025 بتائی جاتی ہے۔ ابتدائی دور میں ان کی نظمیں گائے، کرشن اور وید کے عنوان سے منظر عام پر آئیں۔ 1914 کے سال میں انہوں نے چار غزلیں اور دو مرثیے بھی کہے۔ بال گنگا دھر تلک، گوپال کرشن گوکھلے اور راماین کا ایک سین، چکبست کی اہم نظمیں ہیں چکبست ایک کامیاب وکیل بھی تھے غالباً اسی مصروفیت کی وجہ سے ان کی زندگی میں شاعری کو اولیت حاصل نہیں رہی۔

چکبست کی شخصیت میں کشمیری اور لکھنوی تہذیب کا حسین امتزاج ملتا ہے۔ اور یہی رنگ ان کے کلام اور خصوصاً نظموں میں غالب نظر آتا ہے چکبست نے سبھی نظمیں مسدس کی شکل میں کہیں۔

فریادِ قوم (1914) نالۂ درد (1916) وطن کا راگ (1917) اور نظم جلوۂ صبح میں تشبیہات کا بھر پور استعمال ملتا ہے۔

دریائے فلک میں تھا عجیب نور کا عالم
چکّر میں تھا گرداب صفتِ نیّرِ اعظم
اٹھتی تھیں شعاعوں کی جو موجیں وہ شرر دم
سیّارے حبابوں کی طرح مٹتے تھے پیہم

چکبست کے یہاں سوز و گداز، جذبات کی مرقع کشی، عمل پیہم کا درس، سماجی و اصلاحی اور سیاسی شخصیات پر نظمیں ان کے فن کا اعلیٰ نمونہ پیش کرتی ہیں۔ انھوں نے اپنی نظموں میں مناظر فطرت کے ساتھ کلاسیکی روایت کو بھی قایم رکھا ہے۔

چکبست کی موضوعاتی نظموں کا بیشتر حصہ حب الوطنی سے متعلق ہے۔ نظم 'فریادِ قوم' کے چند اشعار ملاحظہ کیجیے۔

جو دَب کے بیٹھ رہے سر اٹھاؤ گے پھر کیا
عدوئے قوم کو نیچا دکھاؤ گے پھر کیا
جفا وجور کی ذلّت مٹاؤ گے پھر کیا
تم اپنے بچّوں کو قصّے سناؤ گے پھر کیا

چکبست کی شاعری میں حب الوطنی کے علاوہ اردو کی ادبی روایت، لکھنوی تہذیب، کشمیری برہمنوں کے مسائل، خواتین کے مسائل، سماجی، سیاسی اور ادبی ماحول اور ذاتی ترجیحات شامل ہیں۔ انھوں نے کشمیر کا سفر بھی کیا۔ جس سے سرزمین کشمیر پر ان کی حب الوطنی کا جذبہ بیدار رہا۔

ذرہ ذرہ ہے مرے کشمیر کا مہماں نواز
راہ میں پتھر کے ٹکڑوں نے دیا پانی مجھے

نظم ’راماین کا ایک سین‘ امیجری اور جذبات نگاری کا اعلی نمونہ پیش کرتی ہے۔

رخصت ہوا وہ باپ سے لے کر خدا کا نام — راہِ وفا کی منزلِ اول ہوئی تمام
منظور تھا جو ماں کو زیارت کا انتظام — دامن سے اشک پوچھ کے دل سے کیا کلام

چکبست کے کلام میں تشبیہات و استعاروں کے علاوہ موسیقیت، شعریت، رمز وایما، پیکر تراشی، فطرت کی مرقع کشی، مزاحیہ اور عشقیہ شاعری کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔ چکبست نے کہا تھا

دل میں اک رنگ ہے ہوتا ہے جو لفظوں سے بیاں
لے کی محتاج نہیں ہے مری فریاد و فغاں

غزل گوئی

چکبست نے صنف غزل میں بھی طبع آزمائی کی، انہوں نے غزل کے دامن کو وسعت بخشی، نئی تراکیب واصطلاحات اور موضوعات سے مزین کیا اور اس میں ندرت پیدا کی۔ انہوں نے سیاسی، سماجی، اصلاحی، ملی اور قومی موضوعات کو غزل میں جگہ دی، وطن سے محبت ان کی غزلوں کا محبوب موضوع رہا۔ چکبست کی غزل کا یہ شعر ان کے اس جذبے کی نمائندگی کرتا ہے:

وطن کی خاک سے مرکر بھی ہم کو انس باقی ہے
مزا دامان مادر کا ہے اس مٹی کے د امن میں

حب الوطنی کے جذبات کو چکبست نے روایت کی پاسداری کرتے ہوئے اشاروں اور کنایوں میں اس طرح بیان کیا ہے۔

حب قومی کا زباں پر ان دنوں افسانہ ہے
بادۂ الفت سے پُر دل کا مرے پیمانہ ہے

چکبست کے یہاں عشقیہ عناصر بھی موجود ہیں۔ گل وبلبل کی علامتیں مذہبی یکجہتی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی، شیخ و برہمن اور فلسفۂ حیات وممات کا مثبت تصور پایا جاتا ہے۔ چکبست مے نوشی سے محرومی کا اظہار اس انداز میں کرتے ہیں۔

مئے گل رنگ لٹتی یوں درِ مے خانہ وا ہوتا
نہ پینے میں کمی ہوتی نہ ساقی سے گلہ ہوتا

فلسفۂ حیات وممات سے متعلق چکبست کا خیال ہے۔

زندگی کیا ہے عناصر میں ظہورِ ترتیب
موت کیا ہے انہیں اجزا کا پریشاں ہونا

چکبست کے خالص عشقیہ شعر کا ایک نمونہ دیکھیے۔

بے حجاب آج تری نرگس مستانہ ہے
اب جسے ہوش کا سودا ہے وہ دیوانہ ہے

چکبست نے اپنے فکر وفن کے ذریعہ اردو شاعری میں نئے موضوعات قایم کیے لکھنوی شعری روایت کو فروغ دینے میں اہم کردار نبھایا اور اردو کے شعری افق کو بلندی عطا کی۔

10.3.3 چکبست کی نظموں کی تشریحات

I رامائن کا ایک سین

رخصت ہوا وہ باپ سے لے کر خدا کا نام — راہِ وفا کی منزلِ اوّل ہوئی تمام
منظور تھا جو ماں کی زیارت کا انتظام — دامن سے اشک پوچھ کے دل سے کیا کلام
اظہارِ بے کسی سے سِتم ہوگا اور بھی
دیکھا ہمیں اداس تو غم ہوگا اور بھی

دِل کو سنبھالتا ہوا آخر وہ نونہال — خاموش ماں کے پاس گیا صورتِ خیال
دیکھا تو ایک در میں ہے بیٹھی وہ خستہ حال — سکتہ سا ہو گیا ہے، یہ ہے شِدّتِ ملال
تن میں لہو کا نام نہیں، زرد رنگ ہے
گویا بشر نہیں، کوئی تصویرِ سنگ ہے

کیا جانے کس خیال میں گم تھی وہ بے گناہ — نورِ نظر پہ دیدۂ حسرت سے کی نِگاہ
جُنبش ہوئی لبوں کو، بھری ایک سرد آہ — لی گوشہ ہائے چشم سے اشکوں نے رخ کی راہ

چہرے کا رنگ حالتِ دل کھولنے لگا
ہر موئے تن زباں کی طرح بولنے لگا

رو کر کہا! خموش کھڑے کیوں ہو میری جاں؟ میں جانتی ہوں، کس لیے آئے ہو تم یہاں
سب کی خوشی یہی ہے تو صحرا کو ہو رواں لیکن میں اپنے مُنھ سے نہ ہرگز کہوں گی ’ہاں‘
کس طرح بن میں آنکھ کے تارے کو بھیج دوں؟
جوگی بنا کے راج دلارے کو بھیج دوں؟

لیتی کسی فقیر کے گھر میں اگر جنم ہوتے نہ میری جان کو سامان یہ بہم
ڈستا نہ سانپ بن کے مجھے شوکت و حشم تُم مرے لال، تھے مُجھے کس سلطنت سے کم
میں خوش ہوں، پھونک دے کوئی اس تخت و تاج کو
تم ہی نہیں، تو آگ لگاؤں گی راج کو

سن کر زباں سے ماں کی یہ فریادِ درد خیز اُس خستہ جاں کے دل پہ چلی غم کی تیغِ تیز
عالم یہ تھا قریب، کہ آنکھیں ہوں اشک ریز لیکن ہزار ضبط سے رونے سے کی گُریز
سوچا یہی، کہ جان سے بے کس گزر نہ جائے
ناشاد ہم کو دیکھ کر ماں اور مر نہ جائے

پھر عرض کی یہ مادرِ ناشاد کے حضور مایوس کیوں ہیں؟ آپ اَلم کا ہے کیوں وفور؟
صدمہ یہ شاق عالمِ پیری میں ہے ضرور لیکن نہ دل سے کیجیے صبر و قرار دور
شاید خزاں سے شکل عیاں ہو بہار کی
کچھ مصلحت اسی میں ہو پروردگار کی

اور آپ کو تو کچھ بھی نہیں رنج کا مقام بعدِ سفر وطن میں ہم آئیں گے شاد کام
ہوتے ہیں بات کرنے میں چودہ برس تمام قائم اُمید ہی سے ہے، دنیا ہے جس کا نام
اور یوں کہیں بھی رنج و بلا سے مفر نہیں
کیا ہوگا دو گھڑی میں، کسی کو خبر نہیں

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY

اپنی نگاہ ہے کرمِ کار ساز پر صحرا چمن بنے گا، وہ ہے مہرباں اگر
جنگل ہو یا پہاڑ، سفر ہو کہ ہو حضر رہتا نہیں وہ حال سے بندے کے بے خبر
اس کا کرم شریک اگر ہے تو غم نہیں
دامانِ دشت، دامنِ مادر سے کم نہیں

تشریح

رامائن کا ایک سین پنڈت برج نراین چکبست کی مشہور نظم ہے یہاں ہم اس نظم کے منتخبہ بند کی الگ الگ تشریح کریں گے

رخصت ہوا..................غم ہوگا اور بھی۔

رام چندر جی اپنے باپ راجا دشرتھ سے رخصت لے کر ان کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے آبدیدہ اپنے دامن سے آنسو پوچھتے ہوئے اپنی ماں کوشلیا کے حضور میں رنجیدہ اور غمناک حالت میں ان سے رخصت لینے کے لیے یہ سوچتے ہوئے حاضر ہوئے کہ انہوں نے اپنی ماں کے سامنے بے بسی اور بے کسی کا اظہار کیا تو غم کی حالت میں دیکھ کر وہ اور بھی اداس اور غم زدہ ہو جائیں گی۔

دل کو سنبھالتا ہوا..................تصور سنگ ہے۔

رام چندر جی غم زدہ خاموشی کی کیفیت میں خود کو سنبھالتے ہوئے کسی طرح اپنی ماں کے پاس پہنچے، ماں خستہ حال اپنے بیٹے رام چندر جی کی جدائی کے غم میں بے بس ولاچار کمرے کے دروازے پر پتھر بنی ہوئی بیٹھی تھیں انہیں دیکھ کر ایسا محسوس ہوتا تھا کہ ماں کوشلیا کا رنگ بیٹے کی جدائی کے خوف سے زرد پڑ گیا تھا اور جسم میں خون خشک ہو چکا تھا۔ ایسا محسوس ہو رہا تھا کہ وہ انسان نہیں بلکہ پتھر کی مورتی کے مانند ہیں۔

کیا جانے کس خیال..................بولنے لگا۔

ماں اپنے گوشہ جگر کے بارے میں نہ جانے کیا کیا سوچ رہی تھی ایک پاکیزہ خیالات رکھنے والی مقدس ماں کی نظر اچانک اپنے بیٹے نور نظر رام چندر جی پر پڑی اور اس نے حسرت بھری نگاہوں سے انہیں دیکھا اور سرد آہ بھر کر زبان سے کچھ کہنا چاہا اور اسکی آنکھوں سے زاروقطار آنسو گرنے لگے۔

چہرے کے رنگ سے دل کی حالت کا بخوبی اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔جسم کا ہر حصہ بے چینی اور بے بسی کی کیفیت بیان کر رہا تھا۔

رو کر کہا خموش.................دلارے کو بھیج دوں

ماں نے نہایت ہی پر سوز انداز میں آبدیدہ ہو کر کہا کہ اے لخت جگر،تم خاموش کیوں ہو، بولتے کیوں نہیں، میں یہ جانتی ہوں کہ تم یہاں میرے پاس کس لیے آئے ہو۔تم بن باس کے لیے رخصت لینا چاہتے ہو۔اگر چہ سب کی خوشی اسی میں ہے کہ تم صحرا کے لیے روانہ ہو جاؤ لیکن میں تمہیں ہرگز اجازت نہیں دے سکتی اور زبان سے یہ کہنے کی مجھ میں ہمت نہیں ہے۔ میں اپنے نور نظر راج دلارے کو جوگی بنا کر سنسان و ویران صحرا کے لیے روانہ کر دوں یہ مجھے ہرگز منظور نہیں ہے۔

لیتی کسی فقیر کے گھر.................آگ لگاؤں گی راج کو

رام چندر جی کی ماں کوشلیا خود سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتی ہیں کہ اس راج گھرانے سے بہتر تھا کہ میں کسی فقیر کے گھر میں پیدا ہو جاتی تو مجھے آج یہ دن دیکھنا نہ پڑتا۔ یہ عزت و ناموس اور شوکت و حشمت سانپ بن کر مجھے نہ ڈستے۔تمہاری موجودگی میرے لیے راج پاٹ اور سلطنت سے زیادہ اہم ہے۔ یہ تخت و تاج میرے لیے بے معنی ہیں۔اگر میرا لال میرے پاس نہیں ہے تو وہ جاہ و حشم سب کچھ میرے لیے بے معنی ہیں یعنی اس تاج و تخت کے بدلے اگر کوئی مجھے میرا بیٹا لوٹا دے تو مجھے اس سے زیادہ اور بڑی خوشی کوئی نہیں ہو سکتی۔

سن کر زباں سے.................ماں اور مر نہ جائے

ماں کی آہ و زاری اور فریاد کو سن کر رام چندر جی کو سخت تکلیف ہوئی وہ پہلے ہی سے غم زدہ اور ٹوٹے ہوئے تھے۔ان کی آنکھوں سے زار و قطار آنسو ٹپک رہے تھے لیکن انہوں نے رونے سے گریز کیا اور صبر و ضبط سے کام لیتے ہوئے ماں کے سامنے پہنچے یہ سوچتے ہوئے کہ اگر اس کے سامنے اظہار غم کیا تو کہیں وہ جدائی کے غم سے جاں بحق نہ ہو جائیں۔

پھر عرض کی.................پرورد گار کی

ماں کے حضور میں حاضر ہو کر بیٹے نے انہیں دلاسا دیتے ہوئے کہا کہ آپ کو اس قدر غمگین اور ناشاد ہونے کی ضرورت نہیں ہے اس عالم پیری میں آپ کو ہماری جدائی سے یقیناً صدمہ پہنچا ہے صبر سے کام لینے کی ضرورت ہے۔شاید خدا کی اسی میں کوئی مصلحت ہے ایک دن یہ غم ضرور خوشیوں میں

تبدیل ہوگا اور اس خزاں رسیدہ موسم میں بہار آئینگی۔

اور آپ کو..................کسی کو خبر نہیں

رام چندر جی ماں سے مخاطب ہوتے ہوئے کہتے ہیں کہ آپ کو پریشان ہونے اور فکر کرنے کی بالکل ضرورت نہیں ہے امید پر دنیا کا نظام قایم ہے چودہ برس دیکھتے ہی دیکھتے گذر جائیں گے اور ہم خوش وخرم اپنے وطن واپس آکر ہمیشہ آپ کے ساتھ خوش حال زندگی بسر کریں گے۔ خوشی وغم زندگی کا حصہ ہیں مستقبل میں کیا ہونے والا ہے اس کے بارے میں کوئی نہیں جانتا۔

اپنی نگاہ ہے..................دامن مادر سے کم نہیں

رام چندر جی اپنی ماں کوشلیا سے کہتے ہیں کہ ہمیں خدا کی ذات پر کامل یقین ہے وہ اگر مہربان ہو تو صحرا کو بھی چمن میں تبدیل کر سکتا ہے، وہ کبھی بھی اور کسی بھی حال میں اپنے بندوں سے بے خبر نہیں رہتا اور اس سرزمین پر اسی کی حکمرانی ہے۔ خدا کا کرم شامل حال ہے تو فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ جنگل میں بھی گھر کی طرح آسائش اور آرام مہیا کر سکتا ہے اور صحرا کو ماں کا آنچل بنا سکتا ہے۔

II مرثیۂ بال گنگا دھر تلک

موت نے رات کے پردے میں کیا کیسا وار   روشنی صبحِ وطن کی ہے، کہ ماتم کا غبار
معرکہ سرد ہے، سویا ہے وطن کا سردار   طنطنہ شیر کا باقی نہیں، سونی ہے کچھار
بے کسی چھائی ہے، تقدیر پھری جاتی ہے
قوم کے ہاتھ سے تلوار گری جاتی ہے

اٹھ گیا دولتِ ناموس وطن کا وارث   قومِ مرحوم کے اعزازِ کہن کا وارث
جاں نثارِ ازلی، شیر دکن کا وارث   پیشواؤں کے گرجتے ہوئے رن کا وارث
تھی سمائی ہوئی پونا کی بہار آنکھوں میں
آخری دور کا باقی تھا خمار آنکھوں میں

موت مہراشٹ کی تھی، یا ترے مرنے کی خبر   مُردنی چھا گئی انسان تو کیا پتھر پر
پتّیاں جھک گئیں، مرجھا گئے صحرا کے شجر   رہ گئے جوش میں بہتے ہوئے دریا تھم کر
سرد و شاداب ہوا رُک گئی کہساروں کی
روشنی گھٹ گئی دو چار گھڑی تاروں کی

تھا نگہبانِ وطن دبدبۂ عام ترا — نہ ڈگین پانو یہ تھا قوم کو پیغام ترا
دل رقیبوں کے لرزتے تھے وہ تھا کام ترا — نیند سے چونک پڑے، سن جو لیا نام ترا

یاد کرکے تجھے مظلومِ وطن روئیں گے
بندۂ رسمِ جفا چین سے اب سوئیں گے

زندگی تیری بہارِ چمنستانِ وفا — آبرو تیرے لیے قوم سے پیمانِ وفا
عاشقِ نامِ وطن، کُشتۂ درمانِ وفا — مردِ میدانِ وفا، جسمِ وفا، جانِ وفا

ہوگئی نذرِ وطن ہستیِ فانی تیری
نہ تو پیری رہی تیری، نہ جوانی تیری

اوجِ ہمت پہ رہا تیری وفا کا خورشید — موت کے خوف پہ غالب رہی خدمت کی امید
بن گیا قید کا فرمان بھی راحت کی نوید — ہوئے تاریکیِ زنداں میں ترے بال سفید

پھر رہا ہے مری نظروں میں سراپا تیرا
آہ وہ قید ستم اور بڑھاپا تیرا

لاش کو تیری سنواریں جو رفیقانِ وطن — ہو جبیں کے لیے صندل کی جگہ خاکِ وطن
تر ہوا ہے جو شہیدوں کے لہو سے دامن — دیں اسی کا تجھے پنجاب کے مظلوم کفن

شورِ ماتم نہ ہو، جھنکار ہو زنجیروں کی
چاہیے قوم کے بھیشم کو چِتا تیروں کی

تشریح

ہندوستان کے عظیم سیاسی رہنما بال گنگا دھر تلک کی وفات پر پنڈت برج نراین چکبست نے ایک تعزیتی نظم یعنی مرثیہ کہا تھا۔

موت نے رات...................گری جاتی ہے

رات کی تاریکی میں ہندوستان کے ایک عظیم سیاسی رہنما بال گنگا دھر تلک کی وفات ہوگئی اور صبح کی روشنی ماتم کا غبار بن کر ماحول پر چھا گئی پورا ماحول سوگوار ہو گیا۔ اس عظیم رہنما کی موت سے سیاسی

ignou THE PEOPLE'S UNIVERSITY

سرگرمیاں سرد پڑنے لگیں۔ایسا محسوس ہورہا تھا کہ جس طرح شیر کے نکل جانے سے کچھار سونا پڑ جاتا ہے۔اسے تقدیر کی بے بسی ہی کہنا چاہیے تلک کی موت سے قوم کی طاقت وتوانائی ختم ہوتی ہوئی محسوس ہورہی تھی۔

اٹھ گیا دولت ناموس..................خمار آنکھوں میں

بال گنگا دھر تلک وطن کی عزت وعظمت کا وارث، جہاں فانی سے رخصت ہوگیا۔شیر دکن، جو وطن پر اپنی جان نثار کرتا تھا جو پیشواؤں کی بخشی ہوئی سرزمین ہند اوران کے طمطراق اور جاہ وچشم کا وارث تلک اس دنیا میں ہمارے درمیان نہیں رہا، پونا کی بہاریں اور رونقیں اسی کے دم سے باقی تھیں اس دور کے آخری رہنما کی یادیں آنکھوں میں خمار بن کر باقی ہیں۔اور ہمیشہ وہ یاد کیا جاتا رہے گا۔

موت مہراشٹ کی تھی..................دو چار گھڑی تاروں کی

تیری موت مہاراشٹر کی موت سے کم نہیں، ماحول سوگوار ہوگیا انسان تیرے غم میں پتھر کے مانند ہو گئے۔مردنی کا یہ عالم تھا کہ درخت مرجھا گئے پتیوں پر خزاں محسوس ہونے لگی دریاؤں میں روانی ختم ہوگئی، پہاڑوں کی سرسبز وشاداب ہوا تھم گئی اور آسمان میں تاروں کی روشنی بھی ماند پڑ گئی۔ساری دنیا تیری موت سے غمگین وناشاد تھی۔

تھا نگہبان وطن..................اب سوئیں گے

اے وطن کے نگہبان، تیرا رعب ودبدبہ عوام وخواص میں مشہور تھا ملک وقوم کی خدمت کے وقت کبھی ترے پاؤں ڈگمگائے نہیں، دشمن بھی ترے نام سے تھرّاتے تھے اور پھر خیال آتے ہی وہ نیند کی حالت میں بھی چونک پڑتے تھے۔تری موت پر مظلومین وطن آنسو بہائیں گے اور ظالم خوشیاں منائیں گے اور انہیں چین کی نیند میسر آئے گی۔

زندگی تیری..................جوانی تری

ترے وجود سے وطن کے چمن میں بہاریں تھیں تو نے ملک وقوم کی وفاداری کو اپنی آبرو اور عظمت تصور کیا۔تو وطن کا عاشق صادق تھا۔تیرا دل وطن کی وفاؤں سے لبریز تھا اور تو نے ہمیشہ وطن سے محبت کو اپنی جان سے زیادہ عزیز رکھا۔اپنی زندگی وطن کے لیے قربان کردی اور ہمیشہ کے لیے موت کی آغوش میں چلا گیا۔

اوجِ ہمت پہ رہا...................بڑھاپا تیرا

تیری وفاؤں کا سورج کبھی غروب نہیں ہوا۔ تیرا جذبۂ حب الوطنی موت کے خوف سے کبھی خائف نہیں رہا۔ قید خانے کا حکم نامہ بھی تیرے لیے فخر وانبساط اور خوشی کا پیغام لے کر آیا۔ قید خانے کی اندھیری کوٹھری میں تو نے اپنی عمر عزیز گزاری اور بالوں کو سفید کر لیا۔ بڑھاپے میں تجھے قید کی صعوبتیں اور فرنگیوں کے ظلم وستم برداشت کرنا پڑے وہ تیرا چہرا آج بھی مری نظروں میں پھر رہا ہے۔

لاش کو تیری..................چِتا تیری

وطن عزیز کے پرانے دشمن تری لاش کو سنوارنے کے لیے ہرگز اس کے قریب نہ آئیں۔ تیرے چہرے کے لیے صندل کی جگہ وطن کی خاک مَلی جائے، شہیدوں کے خون سے جو دامن تر ہے پنجاب کے ستم رسیدہ مظلوم اس کا کفن عطا کریں۔ تیری موت پر آہ وزاری اور ماتم کے بجائے وطن عزیز کے لیے پہنی گئی زنجیروں کی جھنکار سنائی دے بال گنگا دھر تلک کو بھیشم کی طرح تیروں کی چتا درکار ہے۔

10.4 آپ نے کیا سیکھا

- چکبست کے سوانحی حالات اور تعلیمی زندگی کا علم ہوا۔
- چکبست کی شعری خصوصیات سے واقفیت ہوئی۔
- چکبست کے فکر وفن پر گرفت کا اندازہ ہوا۔
- چکبست کی دو نظموں کی تشریح سمجھ میں آئی۔
- شاعری میں چکبست کے مقام ومرتبے کا اندازہ ہوا۔

10.5 اپنا امتحان خود لیجیے۔

1- چکبست کا پورا نام، پیدائش اور وفات بیان کیجیے؟
2- چکبست کی شاعری کی فنی خصوصیات مختصراً بیان کیجیے؟
3- چکبست کی شناخت کس صنف شاعری سے ہے؟
4- نظم ''راماین کا ایک سین'' میں چکبست نے کیا پیغام دیا ہے؟
5- چکبست ان کا تخلص تھا یا خاندانی نام وضاحت کیجیے؟

10.6 سوالات کے جوابات

-1 چکبست کا پورا نام برج نراین ہے۔ پیدائش 9/جنوری 1882 میں فیض آباد کے ایک خوشحال گھرانے میں ہوئی۔ اور وفات 12/فروری 1926 کو ہوئی، لکھنو میں آخری رسومات ادا کی گئیں۔

-2 حب الوطنی اور جذبات کی مرقع کشی چکبست کی شاعری کا بنیادی وصف ہے۔ چکبست کے کلام میں منظر کشی، تشبیہات واشعار کے سوز و گداز، رمز و ایماء، پیکر تراشی، مزاح نگاری اور عشقیہ شاعری کے بہترین نمونے ملتے ہیں۔ چکبست نے نظم وغزل کے علاوہ شخصی مرثیے بھی کہے۔ حب الوطنی، قومی یکجہتی، فرقہ وارانہ ہم آہنگی ان کی شاعری کے اہم موضوعات ہیں۔ صبح وطن کے عنوان سے چکبست کا پہلا شعری مجموعہ شایع ہوا چکبست کے یہاں سماجی، اصلاحی اور مذہبی نوعیت کی نظمیں ملتی ہیں۔ کشمیری اور لکھنوی تہذیب کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے۔ راماین کا ایک سین، 'مرثیہ گوپال گنگا دھر تلک' اور 'حب قومی' چکبست کی مشہور نظمیں ہیں۔

-3 چکبست نے نظم وغزل دونوں ہی اصناف میں طبع آزمائی کی اور چند شخصی مرثیے بھی کہے۔ لیکن چکبست بنیادی طور پر نظم ہی کے شاعر ہیں اور اسی صنف میں ان کی شناخت بھی ہے۔ حب الوطنی، قومی یکجہتی اور فرقہ وارانہ ہم آہنگی ان کے اہم اور بنیادی موضوعات تھے۔

-4 نظم راماین کا ایک سین، میں چکبست نے رام چندر جی کے رخصت ہوتے وقت کا نہایت پر سوز منظر بڑے خوبصورت انداز میں بیان کیا ہے۔ والدین کا احترام، قول کا پاس، قربانی و ایثار اور اعلیٰ کردار کا بہترین نمونہ پیش کیا ہے اور دامان دشت کو دامن مادر کے مصداق تصور کیا ہے۔

-5 چک زمین کے ایک طویل و عریض ٹکڑے کو کہتے ہیں ان زمینوں پر چکوں کو آباد کرنے کے لیے جو زمین زمینداروں کو دی جاتی تھی اور اس پر جو افسر تعینات ہوتے تھے ان کو چکبست کہتے تھے بلکہ اس عہدے کا نام ہی چکبست تھا۔ لکھنؤ کے مہاجر پنڈتوں میں چکبست نام کا ایک خاندان موجود ہے اس طرح چکبست ان کا خاندانی نام بھی تھا اور تخلص بھی۔

10.7 فرہنگ

لفظ	معنی
ماتم	سوگ
غبار	خاک آلود
کچھار	شیر کے رہنے کی جگہ
معرکہ	میدان جنگ
خمار	نشہ
شاداب	تروتازہ
صحرا	جنگل
کہسار	پہاڑ
دبدبہ	رعب
رقیب	دشمن
اوج	بلندی
راحت	سیرابی
نوید	خوشی
زنداں	قید خانہ
قید ستم	قید کی صعوبتیں
جذبۂ قوم	قوم کا جوش
جبیں	پیشانی
صندل	ایک قسم کی خوشبودار لکڑی

راہ وفا	عہد و پیماں کی منزل
رخصت	وداع ہونا، جُدا ہونا
زیارت	دیدار
نونہال	جواں سال
خستہ حال	مرجھایا ہوا، بدحال
شدت ملال	بہت زیادہ غم
دیدۂ حسرت	حسرت کی نگاہ سے دیکھنا
جنبش	حرکت
گوشہ ہائے چشم	آنکھ بھر کر دیکھنا
تیغ تیز	تیز دھار والی تلوار
اشک ریز	آنسو ٹپکنا
ناشاد	ناخوش
شاق	مشکل
عالم پیری	بڑھاپے کا دور
شادکام	خوش وخرم
کرم کارساز	جو کام بنانے والا ہے
حضر	وطن میں قیام
دامان دشت	جنگل
دامان مادر	ماں کی گود

10.8 کتب برائے مطالعہ

1-	چکبست ! حیات وادبی خدمات	افضال احمد	سرفراز قومی پریس، لکھنو، 1975
2-	معرکہ چکبست وشرر	مرتب محمد شفیع شیرازی	نسیم بک ڈپو، لکھنو، 1962
3-	چکبست اور باقیات چکبست	کالیداس گپتا رضا	ول پبلیکشنز، بمبئی، 1979
4-	غزلیات چکبست کا فکری وفنی مطالعہ	سنجے کمار	ادارۂ نیا سفر، الہ آباد، 2011
5-	چکبست	سرسوتی سرن کیف	ساہتیہ اکادمی، نئی دہلی، 1988
6-	صبح وطن: مجموعہ کلام	چکبست	نامی پریس، لکھنو، 1985
7-	کلیات چکبست	کالیداس گپتا رضا	ول پبلیکشنز، بمبئی، 1979
8-	مضامین چکبست	چکبست	انڈین پریس لمیٹڈ، الہ آباد، 1937
9-	نیرنگ دہلی (چکبست نمبر)		مارچ 1932

ignou
THE PEOPLE'S
UNIVERSITY